انسانی مساوات اور مذاہب عالم

جناب سلطان احمد اصلاحی

بدھ مت

مذاہب عالم میں اپنی تاریخی قدامت کے علاوہ بدھ مت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آج بھی دنیا میں اس کے ماننے والوں کی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہے۔ اس کے علاوہ اسے بعض حلقوں کی طرف سے نسلی امتیازات اور گروہی تعصبات کے ضمن میں انسانیت کے دکھوں کا درماں بھی سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ آزاد ہندوستان میں اچھوتوں کے سب سے بڑے نجات دہندہ ڈاکٹر امبیدکر نے بھی اپنے آخری ایام میں اپنے پیروؤں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اسی مذہب کو اختیار کیا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ بدھ مت کے اوپر "ترک دنیا" کی چھاپ اتنی گہری ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی بھی سماجی برائی کے ازالے کے سلسلے میں اس سے کسی موثر کردار کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ بدھ کے نزدیک انسانی زندگی سراپا رنج والم ہے جس کی واحد وجہ انسان کی خواہشات اور اس کے مادی علائق ہیں۔ اس سے نجات (نروان) کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ انسان اپنے کو ان مادی علائق اور ان خواہشات سے یکسر منقطع کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں اگرچہ لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اس حیثیت سے لگی ہوئی تھیں کہ وہ ہندو مت کی پیدا کردہ ذات پات کی خرابیوں کی اصلاح کرے گا لیکن اس کے سلسلے میں وہ کوئی موثر کردار ادا نہ کر سکا۔ مختصر دے پر کاوش دیا جی

اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

"برن آشرم کے ساتھ بدھ مت کا کیا تعلق ہے؟ اس سوال کے جواب میں چند باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ ذات کی جڑ اکھیڑ کر ہندو سماج کی ساخت کو توڑ ڈالنا بدھ دیوجی کا مقدم مقصد نہ تھا لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ برن کا دچار رکھنا ان کی سماج کی بنیاد نہ تھی۔ براہمن کھشتری افضل ذاتوں کی طرح ادنیٰ ذاتوں کے لوگ بھی بھکشوؤں کے سنگھ میں داخل ہونے کا استحقاق رکھتے تھے۔ بدھ جی نے ایک جگہ خود فرمایا ہے کہ: اے بھکشوؤ! جیسے گنگا جمنا اور اچر راوتی وغیرہ دریا خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں سمندر میں داخل ہو کر اپنا پرانا نام اور جگہ چھوڑ کر سمندر کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ویسے ہی جب براہمن کھشتری ویش شودر چاروں برن کے لوگ میری ہدایت کے موافق گرہست کو چھوڑ کر سنیاس دھرم قبول کرتے ہیں تب وہ اپنا پہلا خاندان طریق رسم اور پرانا نام چھوڑ کر شاکیہ کے بیٹے بھکشو کے نام سے ہی نامزد ہوتے ہیں[1]

اسی طرح بدھ کا کہنا ہے کہ:

"نیکی اور پاکیزگی کی طاقت سے نیچ شخص بھی براہمن بن جاتا ہے۔ براہمن کی سچی علامت یہی ہے۔ پیدائش سے کوئی براہمن نہیں ہوتا بلکہ انسان اچھے کاموں سے ہی حقیقی براہمن بنتا ہے۔"

نیز یہ کہ :۔

"جنم سے نہ کوئی چنڈال ہوتا ہے اور نہ کوئی براہمن۔ بلکہ انسان

---

[1] بدھ دیوجی کی سوانح عمری اور بدھ دھرم کا بیان حصہ چہارم ص ۴۱ ، ۴۲

اپنے کرموں کی وجہ سے ہی براہمن یا چنڈال بنتا ہے۔"
(ست نپیات)

مزید براں:

"وہی براہمن ہے جو سچائی، محبت، صفائی اور رحم کی مشق کرتا رہا ہے جو سنجمی اور اندریہ جیت ہے اور جس نے جہالت اور گناہ سے آزادی حاصل کی ہے۔"[1] (دھرم پد)

لیکن اپنی ان عمدہ تعلیمات کے باوجود بدھ مت ہندوستانی سماج میں ذات پات کی ان خرابیوں کے ازالے کے سلسلے میں کوئی موثر کردار ادا نہ کرسکا۔ چنانچہ آگے یہی مصنف لکھتا ہے:

"لیکن اس سے کبھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ بدھ دیوجی نے ذات کی رسم کی جڑ کاٹ کر سوسائٹی کی اصلاح کے لئے کوشش کی تھی سوسائٹی میں جو لوگ ادنیٰ حالت میں پڑے ہوئے تھے ان کو ابھارنے کے لئے کوشش کرنا۔ ادنیٰ قوم کے لوگوں کو اعلیٰ بنانے یا سوسائٹی کے بد رسوم اور توہمات کو درست کرنے کے لئے جد و جہد اور کشمکش کرنا غرضیکہ ان سب اصلاحوں کے متعلق ان کی تعلیم میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ سوسائٹی کی اصلاح کرنا ان کے دھرم پرچار میں شامل نہ تھا راج یا سماج کی حالت خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو بھکشو جس نے سوسائٹی کو چھوڑ دیا ہے اس کو سوسائٹی سے متعلق فرائض سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس کے لئے اپنے سنگھ کی قواعد پیروی کرنا ہی کافی ہے۔"[2]

---

[1] حوالہ مذکور ص ۴۴
[2] حوالہ سابق ص ۴۴، ۴۵

انسانی سماج کو آزادی و مساوات سے ہمکنار کرنے کے سلسلے میں بدھ مت کے کردار پر ایک منصف مزاج اور اعتدال پسند صاحب قلم کا تبصرہ[1] ہے جس کے بعد ہم اس پر کچھ مزید کہنے کی حاجت محسوس نہیں کرتے۔

عیسائیت

عیسائیت[2] کے ماننے والے دنیا کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے پیرووں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کے تمام مذاہب پر اسے فوقیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ خاص بات یہ کہ انسانی آبادی کو آزادی و مساوات کی قدروں سے ہمکنار کرنے کے سلسلے میں بدھ مت کی طرح یہ بھی اپنی مسیحائی کی مدعی ہے[3] اور اس کے علمبرداروں کی طرف سے اس کا برابر اعلان بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دوسری اور بہت سی چیزوں کی طرح مسیحیت نے یہ بوجھ بھی اپنی گردن پر زبردستی لاد رکھا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ میری بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ بقیہ اقوام و ملل سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ جب ایک کنعانی عورت نے آں جناب سے اپنی بیٹی کو بد روح سے نجات دلانے کی درخواست کی تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

---

[1] ملاحظہ ہو دیباچہ مصنفہ برکتاب مذکور صفحات ۱ تا ۴۲

[2] خیال رہے کہ عیسائیت سے مراد موجودہ عیسائی مذہب ہے جیسا کچھ کہ وہ کتاب مقدس میں موجود ہے۔ نہ کہ وہ حقیقی اسلام جسے بعد میں عیسائیت کا نام دے لیا گیا جیسا کہ یہودیت کے ذیل میں پہلے گزر چکا ہے۔

[3] ہمارے گذشتہ مضمون میں یہ بھی مسیحی مبلغین کا یہ اعلان گزر چکا ہے کہ: فطرت کے لحاظ سے سارے انسان آزاد اور برابر ہیں ملاحظہ ہو تحقیقات کا شمارہ اول صفحہ ۶۵

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور
کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی: باب ۱۵ : ۲۴)

لیکن اس کے بعد بھی جب وہ عاجزی کرتی رہی تو یہی بات آپ نے ایک دوسری تمثیل کی صورت میں یوں کہی:

"لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں" (ایضا: ۲۶)[1]

جس سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی کے دوسرے معاملات و مسائل کی طرح بین الانسانی سطح پر آزادی و مساوات کی قدروں کی آبیاری بھی حضرت مسیح کی تعلیمات کا موضوع نہیں ہو سکتی۔ آں جناب کی تو تمامتر دلچسپی اپنی نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں سے ہے۔ لیکن اپنے اس واقعی حصار کو توڑتے ہوئے "مسیحیت" نے "انسانی مساوات" کی جو بات کہی ہے وہ کسی انتہا سے کم نہیں اور وہ یہ کہ مسیح کو پہن لینے کے بعد:

"نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی، نہ کوئی غلام نہ آزاد، نہ کوئی
مرد نہ عورت، کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو"

(گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۳ : ۲۸)

مسیح میں مل جانے کے بعد یہودی اور یونانی کے امتیازات ختم ہو گئے۔ اور آزاد و غلام کے مابین کوئی تفاوت نہ رہا۔ بہت اچھا! لیکن سوال یہ ہے کہ مرد مرد نہ رہا، عورت عورت نہ رہی آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ کون نہیں جانتا کہ مرد اور عورت دو الگ الگ جنسیں ہیں۔ دونوں کی ساخت الگ ہے، جذبات و میلانات جدا جدا ہیں اور زندگی کی دوڑ میں ہر ایک کے حقوق و فرائض جداگانہ

---

[1] قرآن حکیم بھی حضرت مسیحؑ کے سلسلے میں اسی حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ ان کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران- ۴۹)

ہیں نقابل عل اور مبنی بر انصاف بات یہ ہے کہ ان کے ان واقعی امتیازات کو تسلیم کرتے ہوئے زندگی کے سفر میں ان کے لئے وہ لائحہ عمل تجویز کیا جائے جو ہر ایک کے لئے اس کے حقوق و فرائض کا تعین کردے اور اسے جادۂ اعتدال پر قائم رکھے۔ نہ یہ کہ سرے سے ان امتیازات کا ہی انکار کردیا جائے۔ پس جس طرح عورت اور مرد کی دو مختلف جنسوں کے سلسلے میں یہ چیز ناگزیر ہے اسی طرح مختلف اقوام وملل اور مختلف انسانی طبقات کے سلسلے میں بھی اسی طریقہ کار کو اپنا کر انسانی زندگی میں عدل وانصاف، توازن واعتدال اور امن واطمینان کی یقین دہانی کرائی جاسکتی ہے۔ انسانی زندگی میں رنگ ونسل اور قوم قبیلے کے اختلافات فطری اختلافات ہیں۔ اسی طرح انسانی سماج کا مختلف طبقات میں منقسم ہونا ایک ناگزیر تمدنی ضرورت ہے۔ لیکن اس اختلاف وتفاوت کو حل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ سرے سے ان کے وجود ہی کا انکار کردیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انھیں ایک مرکز سے جوڑ کر ایسی واضح تعلیمات عطا کی جائیں کہ ان امتیازات کو ایک حد میں باقی رکھتے ہوئے انسانیت کا قافلہ آگے بڑھتا رہے اور کسی گروہ کے ساتھ کوئی بے انصافی اور کسی قسم کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

مزید افسوس یہ کہ "انسانی مساوات" کی یہ "انوکھی تعلیم" جس سیاق میں آئی ہے اس نے اس کی خطرناکی میں اور بھی اضافہ کردیا ہے۔ یعنی یہ کہ مسیح کے بعد پیروان مسیح شریعت کی پابندی سے بالکل بے نیاز ہیں۔ اور وہ چاہے جو کچھ بھی کریں خدا کے خاندان میں شامل رہیں گے۔ یہ پورا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

> "ایمان آنے سے پیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے۔ پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد

بنی تاکہ ہم ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہریں۔ مگر جب ایمان
آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے۔ کیونکہ تم سب اس ایمان
کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے خدا کے فرزند ہو۔ اور تم
سب جنھوں نے مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا مسیح کو پہن لیا۔"
(ایضاً: ۲۳-۲۷)

اس کے بعد مساوات انسانی' کی تعلیم پر مشتمل وہ ٹکڑا ہے جو اوپر نقل کیا گیا اس بشارت کے ساتھ کہ:

"اور اگر تم مسیح کے ہو تو ابراہام کی نسل اور وعدے کے مطابق
وارث ہو"۔ (ایضاً: ۲۹)

اس ٹکڑے میں پیروان مسیح کے سلسلے میں جو بات کہی گئی ہے وہ بہت واضح ہے۔ یعنی یہ کہ وہ 'ایمان' یعنی حضرت مسیحؑ کے آنے کے پیشتر تو شریعت کے پابند تھے۔ لیکن ان کے آجانے کے بعد ان کے اوپر سے شریعت کی پابندی ختم ہوگئی۔ اور اب یہ لوگ مسیح کے واسطے سے خدا کے فرزند ہیں۔ اور انھوں نے مسیح کا بپتسمہ لے کر مسیح کو پہن لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ پیروان مسیح کو عام انسانوں پر قیاس کرنا درست نہیں خدا کی ذات سے ان کا وہ تعلق ہے جو باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے[1] کوئی باپ خواہ وہ کتنا ہی حلیم و بردبار کیوں نہ ہو یقیناً جو تعلق خاطر اسے اپنی اولاد سے ہوگا وہ دوسروں سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اس نسبتی تعلق کے باوجود اگر شریعت کی پابندی لازم ہوتی تو بھی معاملہ غنیمت ہوتا۔ لیکن اسے بدقسمتی کی انتہا ہی کہئے کہ باپ نے اولاد کی گردن کو اس بوجھ سے بھی

---

[1] قرآن حکیم کا بھی یہی بیان ہے کہ یہود کی طرح نصاریٰ بھی اپنے تئیں خدا کے بیٹے اور اور اس کے محبوب ہونے کے مدعی ہیں۔ (مائدہ - ۱۲)

ہلکا کردیا ہے۔ اب اگر اس کے بعد بھی کوئی گروہ عام ابنائے انسانیت کے سلسلے میں عدل و انصاف اور آزادی و مساوات کی روش پر قائم رہتا ہے تو اسے ایک معجزہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے محبوبیت کی اس سند کے ساتھ تو وہ عام انسانوں کے ساتھ جو کچھ بھی کر گزرے کم ہے۔ سرزمین یورپ میں پیروانِ مسیح کے ہاتھوں نسلی امتیاز کے فلسفے کو جس طرح پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا ہے بلکہ جس طرح انھوں نے علاوہ یورپ کے دنیا کے دوسرے خطوں میں اس کو پروان چڑھایا اور اسے سرسبز و شاداب رکھا ہے اور اندر اور باہر بعض انسانی نسلوں کو محض نسلی امتیاز کی بنا پر مستقل طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھا ہے اس پر کسی کو ذرا بھی تعجب نہیں ہونا چاہئے موجودہ مسیحیت کے تو عین مزاج کا یہی اقتضاء ہے۔

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کے تازہ اور اہم

انگریزی کتابچے

(1) Islam — the universal truth 3/-

(2) Islam and the unity of man kind 3/-

BY: MAULANA SYED JALALDDIN UMRI

(3) Pitfalls on the path of Islamic movement 4/-

(4) How to study Islam 3/-

BY: MAULANA SADRUDDIN ISLAHI

یہ کتابچے ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔